تحریک احمدیت یا عالم اسلام کی نشاۃ الجدید اور غیر مذاہب

از مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی[1]

"گائیڈ ٹو ماڈرن تھاٹ" کے مصنف سی۔ ای۔ ایم۔ جوڈ لکھتے ہیں:[2]

"انیسویں صدی میں نئے نئے اکتشافات سائنس کی روزافزوں ترقی کے اثر سے جو گذشتہ تین سو سال سے کئے جارہے تھے انسان کو وہ کچھ کرنے کے قابل بنایا جو وہ اپنی طویل تاریخ میں نہ کر سکا تھا یعنی اس نے کائنات کے متعلق ایک جدید کلیہ قائم کیا۔" (صفحہ 28)

گلیلیو (Galileo) اور نیوٹن (Newton) کے انکشافات کا علماء سائنس پر یہ اثر ہوا کہ کائنات کو صرف ایک مادہ کی ایک بہت بڑی مشین قرار دے لیا گیا اور اس کے اندر ہر قسم کی حرکت کو مادی حرکت یا حرکت کو مادہ کا طبعی وظیفہ سمجھ لیا گیا۔ نہ صرف تخلیق کائنات کو مادہ کی اتفاقی جمع وترکیب کا نتیجہ بتایا گیا بلکہ آئندہ بھی جو کچھ ہونا ممکن ہے وہ اسی مادہ کا وظیفہ عمل قرار دیا گیا۔ مادہ کی حرکت کے علاوہ ہر ایک قسم کی حرکت کو ماوراء الفہم بتا کر اس سے انکار کر دیا گیا۔ روح کچھ نہ تھی مگر مادہ کی کیمیائی ترکیب کا ایک اثر، خدا کی ہستی کا انکار اس بنا پر تھا کہ اصول ارتقاء اور اس کے ماتحت انتخاب طبعی اور بقاء اصلح کی کارفرمائیوں کے ہوتے ہوئے خدا کی ضرورت نہ معلوم ہوتی تھی۔ علماء حیاتیات، نفسیات اور ہئیات تینوں نے ڈارون (Darwin) کی مدد سے خدا کو کائنات کی حدود سے باہر نکال دیا۔

---

1 'پیغام صلح'، 17 دسمبر 1938، صفحات 50–49

2 C.E.M. Joad, *Guide to Modern Thought,* London, 1933

مغرب کی اس ساحری کے کرشمے مشرق میں بھی رنگ لائے بغیر نہ رہے۔ ہندو مذہب میں دیو سماج، آریہ سماج اور برہمو سماج کے شاخسانے پھوٹ نکلے۔ دیو سماج نے کھلم کھلا چوٹی اور زنار توڑ کر یورپ کے دہریوں کا تیار کردہ لباس پہن لیا۔ آریہ سماج نے اجزاء مادہ کے لاتخیری اور ازلی ہونے میں دہریوں کی تائید کی، مابعد الموت سورگ اور نرگ (بہشت اور دوزخ) کے عقیدہ کا مذاق اڑایا۔ شرادھ یا فاتحہ و درود کو خرافات قرار دیا، رشیوں منیوں کے معجزات اور کرامتوں کو خلاف عقل بتایا، دیوتا یا ملائکہ کو وہم ٹھہرایا، مکتی اور نجات دائمی کے منکر ہو بیٹھے۔ برہمو سماج نے الہام اور وحی کو پیغمبرانہ مصلحت قرار دیا۔ خود مسلمانوں کے اندر نیچری اسی اثر اور انہی دنوں کی پیداوار ہیں۔ انہوں نے بھی وحی الٰہی کے خارجی شیئے ہونے کا انکار کیا اور کہا:

زجبریل امین پیغامے نمے خواہم   ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم

وجود ملائکہ اور جِن، قبولیت دعا اور معجزات، کی عجیب و غریب تاویلیں اور تعبیریں کی گئیں۔

عیسائیوں نے علوم جدیدہ کے سامنے اپنا گھر "تین تیرہ" ہو جانے کے باوجود غیر مذاہب پر شدید نکتہ چینی کی۔ آریوں نے بھی ان کی کاسہ لیسی کر کے اسلام کے خلاف زبان طعن دراز کی اور سنان زبان سے مسلمانوں کے دل و جگر کو پارہ پارہ کر دیا۔ عیسائیوں نے بالخصوص مسلمانوں کی جہالت اور علماء کی کمزوری سے یہ فائدہ بھی اٹھایا کہ لاکھوں مسلمانوں کو امت محمدیہ سے مرتد کر کے اپنے جال میں پھنسالیا اور ان سے بیشمار کتابیں اسلام کے خلاف لکھوا کر شائع کیں اور ہر لحاظ سے مسیح کی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم پر ثابت کی۔ مسلمانوں کے خلاف اعتراضات کا یہ انبار خود تعلیم یافتہ مسلمانوں کے لئے سمّ قاتل بن گیا۔ علماء جو انگریزی پڑھنے اور سائنس کو کفر قرار دے چکے تھے اپنی علمی کمزوری کی وجہ سے مخالفین اسلام سے عہدہ بر آنہ ہو سکے۔ سر سیّد مرحوم کی کوششیں اس امر پر گواہ ہیں کہ اس وقت مغربی علوم نے مسلمانوں کی کیا حالت بنا رکھی تھی کہ وہ دہریت اور مادیت کے بے پناہ سیل کے آگے بہتے چلے جاتے تھے۔ عیسائیوں اور آریوں سے پیچھا چھڑانا انہیں کس قدر مشکل نظر آتا تھا۔ اسی زمانہ کے متعلق کہا گیا:[3]

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست　　　ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست[4]

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید　　　دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین[5]

اس انتہائی ضعف اور بے چارگی کے دنوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق مسلمانوں کی دستگیری کی اور اس صدی کے مجدد کو "پہلوان رب جلیل" کا خطاب دے کر بھیجا گیا جس نے تمام غیر مذاہب کو چیلنج دیا کہ وہ صداقت اسلام اور حقیقت رسالتِ محمدیہ پر ان سے تحریری مناظرہ کر لیں۔ یہ چیلنج بذات خود اپنے اندر ایک دلیل رکھتا ہے کہ رب جلیل کے اس پہلوان کو اسلام کی صداقت اور حقانیت پر کس قدر ایمان تھا۔ مسلمانوں میں مناظر اور مباحث یقیناً پہلے بھی موجود تھے مگر ان کی بحثوں کا میدان یہ تھا کہ فاتحہ خلف الامام جائز ہے یا ناجائز، آنحضرت ﷺ نے آمین بلند آواز سے دواماً کی ہے یا احیاناً، کیا حضور ﷺ نے رفع یدین ہمیشہ کیا؟ تراویح رمضان کی تعداد آٹھ رکعت ہے یا

3 ذیل میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے فارسی کے اشعار ہیں۔

4 "دینِ احمد بیکس ہو گیا، کوئی اسکا غم خوار نہیں۔ ہر شخص اپنے اپنے کام میں مصروف ہے، احمد کے دین سے کچھ واسطہ نہیں"

5 "ہر طرف کفر جوش میں ہے، افواج یزید کی مانند۔ دینِ حق بیمار و بیکس ہے زین العابدین کی مانند"

ہیں۔ حضرت پیران پیر کی گیارہویں بدعت اور شرک ہے یا باعث ثواب، آنحضرت ﷺ کا علم غیب کُلّی تھا یا جزئی، ظہر کی نماز کا وقت گرمیوں میں ساڑھے بارہ بجے ہے یا ساڑھے چار بجے، اولیاء اللہ سے استمداد اور قبور پرستی مشرکانہ افعال ہیں یا مومنانہ، کوا حلال ہے یا حرام یا مکروہ (جس پر لکھنو کے علماء اسلام نے دل کھول کر بحث کی)۔ ان مسائل کی بناء پر مولوی اور علماء اسلام ایک دوسرے کو کافر ٹھہراتے، مسجدوں کے فرش اکھڑوانے اور انگریزی عدالتوں میں مقدمات لڑنے میں مصروف تھے۔ انہیں فرصت کہاں تھی کہ وہ دہریت مادیت یا اس کے مذہبی شاخسانوں، آریوں، برہموؤں اور عیسائیوں سے دوچار ہوتے اور غیر مذاہب کے اعتراضات کے جواب دیتے۔

میں نے ذکر کیا کہ اسلام کے خلاف مخالفین اسلام نے اعتراضات کے انبار لگا دیئے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی رب جلیل کا پہلوان اٹھے اور ان تمام حملوں کا جواب دے جو غیر مذاہب کی طرف سے اسلام پر کئے جا رہے تھے۔ لیکن اگر غور کرو تو انیسویں صدی میں، جیسا کہ میں نے پہلے بتایا، دنیا کی مرض ایک ہی تھی اور وہ مادیت اور دہریت کی بیماری تھی۔ اس کی سواری میں تین قسم کے گھوڑے، حیاتیات، نفسیات اور ہیئیات کے جتے ہوئے تھے۔ علماء حیاتیات اور ہیئیات کو نظر آ رہا تھا کہ کائنات صرف مادہ کی کارفرمائیوں کا میدان ہے۔ نفسیات میں انسانی تمناؤں اور آرزوؤں کا خون خدا کے رحم اور انصاف کی نفی کر کے اس کے وجود کو کالعدم ٹھہرا رہا تھا۔ بیسیوں صدی کے شروع میں علماء حیاتیات اور ہیئیات نے خدا کی ہستی کا اقرار کرنا شروع کر دیا کیونکہ مزید تحقیقات اور انکشافات نے یہ ثابت کر دیا کہ موجودات کے نظام میں کسی جگہ کوئی نقص نہیں۔ جہاں نقص نظر آتا ہے بعد میں ہماری اپنی عقل کی کوتاہی ثابت ہوتی ہے۔

البتہ نفسیات کے علماء خدا کی ہستی کے زیادہ منکر رہے، اس لئے علماء سائنس کی زیادہ تعداد جو ہستی باری تعالیٰ کی منکر ہے وہ نفسیات کے شعبہ سے تعلق رکھتی ہے اور ایک امریکن رسالہ کی تحقیقات کے مطابق قریباً 40 فیصدی علماء نفسیات دہریہ ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مامور من اللہ ہونے کی یہ بھی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ نے مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے جس بات پر سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ مکالمہ مخاطبہ آلٰہیہ کا ہمیشہ جاری رہنا ہے۔ اسلام میں اور صرف اسلام میں اب اس نعمت عظمیٰ کے پائے جانے کو اسلام کے زندہ مذہب ہونے کی دلیل ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ اپنی سب سے پہلی تصنیف ''براہین احمدیہ'' میں ہستی باری تعالیٰ پر بحث کرتے ہوئے نہایت وضاحت کے ساتھ اس امر کو پیش کیا ہے کہ نظام عالم پر غور کرنے سے اور اس کائنات کی ہر شئی میں ایک محکم ترتیب کو دیکھ کر صرف اس قدر ثابت ہو سکتا ہے کہ خدا ہونا چاہیے۔

یہ ثابت کرنا کہ خدا فی الحقیقت موجود ہے، علماء حیاتیات اور ہئیات کی دسترس سے باہر ہے۔ جب تک خدا خود اندر سے آوازنہ دے کوئی عقلی دلیل اس کے فی الواقع موجود ہونے کو ثابت نہیں کر سکتی۔ ضرورت شئے ثابت ہونا اور بات ہے اور اس کا موجود ہونا اور چیز ہے۔ یہ ایک نفسیاتی بحث ہے جس کو نقطہ مرکزی ٹھہرا کر حضرت صاحب نے تمام مذاہب کو چیلنج کیا ہے تم جو خدا کے منکر ہو اور وہ جو اسلام کی صداقت سے بے بہرہ ہیں اور وہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نبی ہونے میں شک کرتے ہیں تم سب لوگ میرے پاس آؤ۔ خدا مجھ سے کلام کرتا ہے مجھے مکالمہ مخاطبہ آلٰہیہ کا کثیر حصہ اس دنیا کی

روحانی پیاس بجھانے کے لئے دیا گیا ہے۔

لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے   آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے

مادہ پرستوں کا خیال یہ تھا کہ ہمارا جسم مادی ہے، اس پر کوئی غیر مادی شئ اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ پس روح یا نفس بھی مادی ہے خواہ وہ مادہ کی کیسی ہی لطیف شکل کیوں نہ ہو۔ لیکن ان کے پاس اس دلیل کا کوئی جواب نہ تھا کہ جب مادہ زندگی سے کلیۃً خالی ہے تو اس سے صاحب ارادہ نفس کیسے پیدا ہو گیا؟ وہ چیز جو حقیقتاً مادہ تھی اس کے اندر تصور، ادراک اور احساس کہاں سے آ گیا؟ حضرت مسیح موعود نے ہستی باری تعالیٰ پر مکالمہ مخاطبہ آلٰہیہ کو بطور دلیل پیش کیا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ مکالمہ آلٰہیہ کی یہ نعمت ہر فرد انسان کو میسر نہیں۔ اس لئے آپ نے لوگوں کو اپنے پاس آنے اور غیب کی خبروں کو پورا ہوتے دیکھنے کی دعوت دی ہے۔ مگر آپ نے اسی پر اس قصہ کو ختم نہیں کر دیا بلکہ نہایت زبردست ایک حسی دلیل کی طرف بھی لوگوں کو توجہ دلائی ہے۔ ''آئینہ کمالات اسلام'' اور ''حقیقۃ الوحی'' کی ابتداء میں اس امر پر بحث کی ہے کہ وحی الٰہی کوئی موہوم اور غیر معروف چیز نہیں بلکہ اس کے موجود ہونے کی شہادت دنیا کے انبیاء نے شروع سے لے کر اس وقت تک دی ہے اور وہ ہمیشہ اس نعمت کا کثیر حصہ اپنے بندوں کو ہر زمانہ میں دیتا رہتا ہے۔ گویا اس کا وجود استقرا تام کی دلیل سے ثابت ہے۔ یعنی ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے موجود ہونے کی خود شہادت دی ہے اور یہ اظہار علم غیب علماء نفسیات کے سامنے ایک عقدہ لاینحل ہے۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی سچی خواب بڑے بڑے بدکاروں کو بھی

آجاتی ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ کوئی غیب کا خزانہ آسمان پر موجود ہے اور وہاں سے نشر اخبار ہو کر لوگوں کو اپنی اپنی صفائی قلب کے لحاظ سے اس میں حصہ ملتا ہے۔ یہ گواہی جو ہر انسان کے اندر موجود ہے نبوت ورسالت کی صداقت پر ایک کھلی دلیل ہے کیونکہ سچی خواب کا نظر آنا اس قیاس اور یقین کو مستلزم ہے کہ اس جنس کا کثیر اور مصفیٰ حصہ کسی اور کو مل سکتا ہے اور اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کے ساتھ مکالمہ آلٰہیہ ہوتا ہے تو اس میں استبعاد عقلی کوئی نہیں۔ جس طرح ایک شخص صرف ایک روپیہ اپنے پاس رکھتا ہو یہ قیاس کر سکتا ہے کہ کسی دوسرے کے پاس لاکھ، دس لاکھ بھی ہونا ممکن ہے۔ اور اگر کسی نے ایک پیسہ تک بھی نہ دیکھا ہو تو وہ دولتمندوں کی دولت کا اندازہ یا تصور کیسے کر سکتا ہے۔ چونکہ رویاء صادقہ باوجود ختم نبوت باقی ہے، لٰہذا جمع انبیاء پر ایمان لانے کی دلیل بھی باقی ہے اور اس زمانہ کا مجدد تمام لوگوں کو پکار پکار کر کہتا ہے کہ ”آؤ، اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے متکلم ہونے کا نشاں مجھ میں دیکھ لو“۔

رؤیا اور خواب از روئے قرآن مجید، حسب تشریح حضرت مرزا صاحب، اور نفسیات کی تحقیقات تین اقسام پر مشتمل ہیں:

اول، اضغاث جن میں قوۃ مصوّرہ بیداری کے اندر دیکھی ہوئی چیزوں کو آگے پیچھے رکھ کر ایک منظر تیار کر دیتی ہے کیونکہ عربی زبان میں ضغث کے معنی ہیں مختلف تیلیوں کو اکٹھا کر کے ان کا جھاڑو باندھ دیا۔ اس قسم کے خوابوں کا تعین صرف ہماری قوت متخیلہ کے ساتھ ہے۔

دوسری قسم کے خواب الاحلام ہیں۔ حلم کے معنی کسی اندرونی جذبہ یا حس کا تیز ہو جانا

ہے۔احلام کا لفظ مرکب ہے۔ بھوک پیاس وغیرہ کسی حِس کی تیزی کی وجہ سے دماغ حسب حال ایک نظارہ ترتیب دے دیتا ہے۔ مختلف قسم کی بیماریوں کی قبل از وقت اطلاع علماء نفسیات کے نزدیک اس قسم میں شامل ہے کیونکہ اس کے لئے مواد پہلے سے طبیعت میں تیار ہو جاتا ہے۔

تیسری قسم خواب کی رویاء صادقہ کہلاتی ہے جو ایسے علم غیب پر مشتمل ہوتی ہے جس کا کوئی تعلق نہ تو قوت متخیلہ سے ہوتا ہے اور نہ کسی اندرونی حِس کی تیزی سے، بلکہ وہ براہِ راست اس غیب کے خزانہ سے تعلق رکھتی ہے جس کا انتشار جناب الٰہی سے ہوتا ہے۔ اس تیسری قسم کی خوابوں کو قرآن مجید اور حدیث شریف رویاء صادقہ نام دیتے ہیں، چنانچہ سورۃ یوسف میں خواب کی ان تینوں قسموں کی مثالیں موجود ہیں۔

اسلام میں رویا صادقہ یا مکالمہ مخاطبہ آلٰہیہ کا میّسر آنا اسلام کے زندہ مذہب ہونے کی دلیل ہے اور اس دلیل کو بار بار حضرت صاحب نے غیر مذاہب کے سامنے پیش کیا ہے۔ اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب الہام الٰہی کے کسی گذشتہ زمانہ میں ہی ملنے ے قائل ہیں۔ اس سے ایک ہی دلیل کا تعلق چونکہ ہستی باری تعالیٰ کے موجود ہونے، انبیاء کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کے برحق ہونے، اور زندہ مذہب کا نشان ہونے سے ہے لہٰذا حضرت مسیح موعود نے اپنی زندگی میں اس پر بار بار زور دیا ہے اور ہر مذہب، قوم اور ملک کے متعلق اللہ تعالیٰ سے علمِ غیب پا کر اور اسے شائع کرکے ان پر سچے اور زندہ مذہب کی حجت کو پورا کیا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور عظیم الشان کام یہ کیا ہے کہ غیر مذاہب کے اعتراضات کے

تسلی بخش جوابات اپنی تصنیفات میں دیئے ہیں۔ عیسائیوں اور آریوں کے سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنے گندے اتہامات تھے ان سب کا ازالہ کیا ہے۔ مناظر اور مباحث یقینا پہلے بھی موجود تھے مگر اس شان کا مناظر جو غیر مذاہب کے بالمقابل قرآن مجید سے ہی تمام دلائل اور براہین کا استخراج کرے قطعاً کوئی موجود نہ تھا۔ ہمارے علماء کے مباحثات فلسفہ اور منطق یونانی کے فرسودہ دلائل کی بنا پر ہوتے تھے، اسی فلسفہ اور منطق کی بناء پر جس کی دھجیاں ابن تیمیہ نے "ردالمنطق" میں بکھیر دی تھیں اور جن کی لغویت کو علوم جدیدہ نے ظاہر کر دیا۔ اس وقت نہ تو پرانا تصوف کام کی چیز ہے، نہ یونانی فلسفہ و منطق جسے ملاں وحی الٰہی سمجھے بیٹھے تھے۔ اسی فلسفہ و منطق اور ملایانہ علم کلام نے لاکھوں مسلمانوں کو عیسائی بنا دیا۔

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے　　فقیہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی

حضرت مسیح موعود نے بحث کی اس پرانی طرز کو چھوڑ کر قرآن مجید اور دیگر الہامی کتابوں میں موازنہ کا معیار انہی کتابوں کو قرار دیا اور اس زرین اصول کو تمام مذاہب کے سامنے پیش کیا کہ کامل الہامی کتاب کو اپنا اپنا دعویٰ خود بیان کرنا چاہیے، نہ صرف دعویٰ بلکہ اس کے دلائل بھی خود ہی بیان کرنے چاہئیں۔ اس اچھوتے طرزِ استدلال میں اس امر کی دلیل بھی موجود ہے کہ حضرت مسیح موعود کے اندر قرآن مجید کا عشق کس انتہا کو پہنچا ہوا تھا کہ وہ ہر ایک اسلامی اصول کو قرآن مجید سے ثابت کرتے اور اس کے دلائل و براہین بھی قرآن مجید سے نکال کر دکھاتے۔ آپ کی سب سے پہلی تصنیف "براہین احمدیہ" جو چہار حصص پر مشتمل ہے، اسے اٹھا کر دیکھا جائے تو آنحضرت ﷺ کی روح پرور نعتوں

کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے حقائق و معارف کے دریا بھی بہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ایک نعت عرض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر　　　زیں چہ باشد حجتے روشن ترے[6]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام کے بالمقابل غیر مذاہب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (1) منکرین خدا، روح اور وحی والہام: دہرئے، دیو سماجی، فلاسفہ مغرب، برہمو، بدھ وغیرہ۔ (2) قائلین وحی الہام مگر منکرین اسلام: آریہ، عیسائی، سکھ، پارسی، یہود وغیرہ۔

ان دونوں کے بالمقابل حضرت صاحب نے دو ہی بحث کے اصول رکھے ہیں: (1) مکالمہ مخاطبہ آلٰہیہ کا ہمیشہ ہمیشہ جاری رہنا۔ (2) اپنی الہامی کتب سے دعویٰ اور دلائل پیش کرنا۔

انہی دو اصولی باتوں کے اندر احمدیت کی مغرب اور مشرق میں فتوحات کا راز مضمر ہے۔ ان دونوں اصولوں پر غیر مذاہب کے لوگ احمدی مبلغین سے بحث کرنے سے گھبراتے ہیں مگر یہ دونوں باتیں قرآن مجید سے والہانہ شغف کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتیں۔ ملاں کی نامرادی اور ناکامی اسی قرآن مجید کو پیٹھ کے پیچھے پھینک کر فقہ، منطق، یونانی فلسفہ اور روایات ضعیفہ کی تقلید کی وجہ سے ہے جس پر اقبال نے سچ کہا:

ممکن نہیں تخلیق خودی خانقہوں سے　　　اس شعلہ نم خوردہ سے ٹوٹے گا شرر کیا

6 ”وہ اُمّی ہے مگر علم و حکمت میں بے نظیر ہے، اس سے زیادہ اُس کی صداقت پر اور کیا دلیل ہو گی؟“